اگر معاشرہ اسلامی ہے تو کرپشن کیوں؟

تصنیف

مولانا احمد سلیم مدنی مُدَّ ظِلُّہُ الْعَالِی

پیش کش: مجلسِ اِفتاء (دعوتِ اسلامی)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پیش لفظ:

اللہ تعالی کے ہاں پسندیدہ دین، دینِ اسلام ہے اور اس دین سے محبت اور اس پر عمل کرنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے؛ ہر سچا مسلمان اسلام کے جملہ احکامات پر عمل کرنے اور شریعت کے لازم کردہ اُمور پر عمل کرنے کی سعی میں لگا رہتا ہے اور اس کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ کسی طرح رب کی رضا حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے، جیسا کہ قرآن پاک میں فرمایا گیا: ﴿وَ مِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّشۡرِیۡ نَفۡسَہُ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰہِ﴾ ترجمہ: اور لوگوں میں سے کوئی وہ ہے، جو اللہ کی رضا تلاش کرنے کے لئے اپنی جان بیچ دیتا ہے۔[1]

اور اسی لئے مسلمان کا اوڑھنا بچھونا، جینا، مرنا سب کچھ رب تعالیٰ کے لئے ہوتا ہے، جیسا کہ قرآن پاک میں ہے: ﴿قُلۡ اِنَّ صَلَاتِیۡ وَ نُسُکِیۡ وَ مَحۡیَایَ وَ مَمَاتِیۡ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ﴾ ترجمہ: تم فرماؤ: بیشک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔[2]

لیکن بد قسمتی سے ہمارے معاشرے کا ایک طبقہ کہ جو خود بھی دین اسلام پر عمل پیرا نہیں ہے، مگر جو مسلمان اسلام کے مطابق زندگی گزارنا چاہتے ہیں، اِس طبقے کے لوگ، اُن دین داروں کی عبادات کا مذاق اڑا کر یا اُن کے کردار پر انگلی اٹھا کر لوگوں کو دین سے دور کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں اور اس مقصد کے لئے کبھی دین دار طبقے کی کردار کشی کی جاتی ہے اور

1...۔ القرآن، سورۃ البقرۃ، پارہ2، آیت207

2...۔ القرآن، سورۃ الانعام، پارہ 8، آیت162

www.dawateislami.net

کبھی علماء پر تنقید کی جاتی ہے اور انہیں مشق ستم بنایا جاتا ہے، تاکہ لوگ کسی طرح دین اور اسلامی تعلیمات سے دور ہو جائیں اور اس تنقید، تمسخر اور کردار کشی کا ایک طریقہ یہ اختیار کیا جاتا ہے کہ دینی عبادات، دین داری اور علماء کا ذکر بڑے غلط انداز سے کیا جاتا ہے، جبکہ علمائے کرام کے اوصاف، اللہ تعالیٰ کے قرآن اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین میں جس انداز سے بیان ہوئے ہیں، وہ بالکل جدا انداز ہے، چنانچہ علماء کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

﴿شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۙ وَ الْمَلٰٓىٕكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ﴾ ترجمہ: اور اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں نے اور عالموں نے۔[1]

اس آیت مبارکہ سے علماء کی اہمیت کا باخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالی نے علماء کا اپنے اور فرشتوں کے ساتھ ذکر فرمایا ہے؛ علماء کو اپنی وحدانیت کا گواہ بنایا؛ ان کی گواہی کو اپنے معبود ہونے کی دلیل قرار دیا اور علماء کی گواہی کو فرشتوں کی گواہی کی طرح معتبر ٹھہرایا۔

اور علم و علماء کے بارے میں المعجم الاوسط للطبرانی، شرح مشکل الآثار، حلیۃ الاولیاء، شعب الایمان اور کئی کتب احادیث میں روایت ہے: ”عن أبي بكرة قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: اغد عالما، أو متعلما، أو مستمعا، أو محبا، ولا تكن الخامسة فتهلك “ترجمہ: حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ عالِم بن جاؤ یا طالب علم بن جاؤ یا علم سننے والے بن جاؤ یا (علم و علماء) سے محبت رکھنے والے بن جاؤ؛ پانچویں قسم نہ بننا، ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔[2]

1... القرآن، سورۃ آل عمران، پارہ 3، آیت 18

2... المعجم الاوسط، باب المیم، من اسمہ محمد، جلد 5، صفحہ 231، مطبوعہ قاہرہ

اس روایت کو سامنے رکھتے ہوئے ہر فرد کو غور کر لینا چاہیے کہ وہ ان پانچوں اَقسام میں سے کس قسم میں داخل ہے ؟اور دین دار و علمائے کرام کا ذکر کرتے ہوئے اس کا انداز کیسا ہوتا ہے ؟

اور چونکہ اِس دین بیزار طبقے کی جانب سے دینِ اسلام اور علماء پر مسلسل اعتراضات کا طوفان برپا کیا جاتا ہے اور اس کے لئے فرضی قصوں، بناوٹی جملوں، بے معنیٰ لفاظی اور جھوٹے پروپیگنڈے کا بھرپور سہارا لیا جاتا ہے، اس لئے ان کے اعتراضات کا جواب دینے کی حاجت تھی، اسی مقصد کے تحت سیدی وسندی واستاذی، شیخ القرآن، مفتی دعوت اسلامی، مفتی محمد قاسم عطاری حَفِظَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی نے چند سوالات کے جواب لکھنے کا حکم ارشاد فرمایا اور یہ رسالہ، دین بیزار طبقے کے اُن اعتراضات میں سے ہی ایک اعتراض کا جواب ہے۔

اللہ کریم سے دعا ہے کہ ہمیں دینِ اسلام پر عمل پیرا ہونے اور اسلامی تعلیمات سے محبت کرنے کی توفیق عطا فرمائے؛ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ و سلم۔

محمد احمد سلیم مدنی

03ذوالحجۃ الحرام 1445ھ /10جون 2024

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ سیکولر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ پاکستان دنیا میں حج کرنے والے افراد کی تعداد میں پہلے نمبر پر ہے اور کرپشن میں بھی پہلے نمبر پر ہے، تو کیا وجہ ہے کہ اسلامی تعلیمات اور علماء معاشرے میں بڑھتے ہوئے جرائم کو روکنے میں ناکام ہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

اسلام پر کوئی بھی اعتراض کیا جائے، تو سب سے پہلے اس بات کا تعین ہونا ضروری ہے کہ جو بھی خامی بیان کی گئی ہے، کیا یہ خامی اسلام کی ہے یا مسلمانوں کی ہے؟ یعنی اگر کوئی غلط کام ہو رہاہے تو کیا یہ اسلام کی تعلیم ہے یا مسلمان بے راہ روی کی وجہ سے اور اسلامی تعلیمات سے ہٹ کر ایسا کر رہاہے؟ مثلاً یہ کہ اگر کوئی مسلمان چوری، جوا، کرپشن یا کسی بھی برائی میں مبتلا ہے، تو یہ طے کیا جانا ضروری ہے کہ اسے ایسا کرنے کا حکم اسلام نے دیاہے یا اسلام کے منع کرنے کے باوجود وہ شخص خود سے یہ غلط کام کر رہاہے؟

جب اس بنیادی سوال کا جواب تلاش کر لیا جائے، تو مسلمانوں کے کردار کی وجہ سے اسلام پر ہونے والے تقریباً سبھی اعتراضات کا خاتمہ ہو جائے گا، لہٰذا جب بھی اسلام پر اعتراض ہو، تو یہ دیکھا جائے کہ یہ برائی اسلام کی ہے یا کسی فردِ واحد مسلمان کے کردار کی؟ تو ہر جگہ یہی جواب ملے گا کہ اسلام میں تو یہ برائی نہیں، یہ کسی مسلمان کا ذاتی فعل ہے، جو خود اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا نہیں ہے، لہٰذا کسی کے برے کردار کو اسلام سے جوڑ کر بیان کرنا ہر گز درست نہیں ہے۔

جہاں تک سوال میں مذکور اعتراض کے جواب کا تعلق ہے، تو اس حوالے سے چند باتیں پیش خدمت ہیں:

(1) بسا اوقات لوگ دین دار اور بے عمل لوگوں کا تقابل اس انداز سے کرتے ہیں کہ نیک لوگوں کی خامیاں اور بے عمل لوگوں کی خوبیوں کو اجاگر کرتے ہیں اور اس سے دین پر عمل کرنے والے لوگوں کو نیچا دکھانا اور بے عمل لوگوں کو اونچا دکھانا مقصود ہوتا ہے اور اس کے لئے مختلف طرح کی کہانیاں، افسانے، فرضی قصے، اور بناوٹی جملے تراشے جاتے ہیں، جن سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ لوگ تو دین پر عمل کر کے بھی بہت برے ہیں اور جو دین پر عمل نہیں کر رہے، ان کے ہاں کرپشن، چوری، ڈاکا اور فلاں فلاں برائیاں نہیں ہیں اور وہ بے عمل ہونے کے باوجود بہت اچھے ہیں اور ایسے جملے عام طور پر دین داروں کا مذاق اڑانے کے لئے بولے جاتے ہیں کہ ویسے تو ہمارے ملک میں لوگ بڑے نیک اور حاجی بنے پھرتے ہیں کہ نمازیں بھی پڑھتے، حج بھی کرتے ہیں، مگر ساتھ ہی ساتھ کرپشن بھی کرتے ہیں۔ دین داروں کا مذاق اڑانے کا یہ طریقہ بہت پرانا ہے، سابقہ امتوں میں بھی کفار، انبیائے کرام علیھم السلام کا یوں ہی مذاق اڑاتے تھے، جیسے لوط علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو بے حیائی اور گندے کاموں سے روکا اور پاکبازی کا حکم دیا، تو کفار نے لوط علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کے اچھے کردار اور ان کی دین داری کا مذاق یہ کہہ کر اڑایا تھا کہ یہ تو بڑے پاکیزہ بنے پھرتے ہیں، قرآن ان کفار کے اُس جملے کو یوں بیان کرتا ہے: ﴿اِنَّهُمْ اُنَاسٌ یَّتَطَهَّرُوْنَ﴾ بیشک یہ ایسے لوگ ہیں جو بڑے پاک صاف بنتے ہیں۔[1]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں بھی کفار مسلمانوں کی دین داری کا مذاق اڑاتے

1...۔ القرآن، سورۃ النمل، آیت 56

اور ان پر ہنستے تھے، چنانچہ قرآن پاک میں ہے:﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ اَجۡرَمُوۡا کَانُوۡا مِنَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا یَضۡحَکُوۡنَ ﴾ترجمہ:بے شک مجرم لوگ ایمان والوں سے ہنسا کرتے تھے۔[1]

لہٰذا کسی مسلمان کی عبادت، نماز، روزہ، حج و عمرہ کو کسی گناہ و جرم کے ساتھ نتھی کرکے عبادت کا تمسخر اڑانا اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کرنا کہ دین دار لوگ کرپٹ ہوتے ہیں، یہ رویہ کسی مسلمان کا نہیں ہو سکتا۔

(2) اور یہ کہنا کہ لوگ نمازیں پڑھتے، حج و عمرے پر بھی جاتے ہیں اور جھوٹ، دھوکا، کرپشن وغیرہ میں بھی ملوث ہیں، تو سوال یہ ہے کہ کیا نمازی ہی یہ سارے غلط کام کرتے ہیں یا جو نماز نہیں پڑھتے وہ بھی یہی کرتے ہیں؟ اسی طرح جو حج پر جاتے ہیں وہی لوگ کرپشن کرتے ہیں؟ یا جو حج فرض ہونے کے باوجود حج نہیں کر رہے ہوتے، وہ بھی یہی حرکتیں کرتے ہیں؟ اس کے جواب میں کم از کم اتنا تو سبھی کہیں گے کہ اگر نمازی جھوٹ بول رہے ہیں تو بے نمازی بھی بول رہے ہیں، اگر بالفرض کوئی حاجی کرپشن میں مبتلا ہو، تو فرض حج نہ کرنے والے اس سے زیادہ کرپشن میں مبتلا ہیں، جو عمرے پر جارہا ہے، اگر وہ حرام کمارہا ہے، تو جو لندن پیرس جارہا ہے، وہ اس سے بھی تین ہاتھ آگے جاکر حرام کمارہا ہے، تو اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ خرابی کی وجہ مسجد میں جانا، نماز پڑھنا اور حج و عمرے کرنا نہیں، درحقیقت خرابی کی وجہ کوئی اور ہے اور اس خرابی کا ذمہ دار کون ہے؟ اس پر آگے گفتگو ہو گی۔

(3) اور اگر بالفرض یہ تسلیم کر ہی لیا جائے کہ حج کرنے والے اور لندن و پیرس گھوم کر آنے والے دونوں ہی کرپٹ ہیں، تو پھر بھی دین دار اور بے عمل کا یوں تقابل کرنا کہ جیسے سوال میں بیان ہوا، درست نہیں، کیونکہ اگر دین پر عمل کرنے والا ایک شخص نمازی ہے اور اس نے

1...۔ القرآن، سورۃ المطففین، آیت 29

داڑھی شریف رکھی ہے، نماز، روزے، حج، زکوۃ وغیرہ عبادات ادا کرتا ہے یعنی دین کی طرف مائل ہے، مگر اس میں عمل کے اعتبار سے کچھ خامیاں بھی موجود ہیں اور ایک دوسرا وہ شخص ہے کہ جس میں دین داری اور شریعت پر عمل کرنے کی کوئی بھی چیز نہیں ہے اور اس کے ساتھ ساتھ پہلے شخص کی طرح اس میں بھی وہی خامیاں موجود ہیں، تو جب ان کا تقابل کیا جائے گا تو یہ انداز انتہائی احمقانہ ہو گا کہ یہ کہا جائے کہ پہلے شخص میں اتنی اچھائیوں کے باوجود یہ خرابیاں کیوں موجود ہیں، لہٰذا اس کا کردار درست نہیں، بلکہ عقل مند شخص جب تقابل کرے گا، تو وہ خوبیاں خامیاں دونوں کو برابر رکھ کر سوچے گا اور یہ کہے گا کہ اس میں دین داری کی پانچ خوبیاں موجود ہیں اور پانچ خامیاں بھی ہیں اور دوسرے میں دین داری کی پانچ خوبیاں بھی نہیں ہیں اور پانچ خامیاں اس میں بھی ہیں، گویا اس میں دس خامیاں ہیں۔ اب صاحب عقل یہی کہے گا کہ دین دار شخص بہتر ہے، کیونکہ اس میں پانچ خامیاں اگرچہ ہیں مگر پانچ خوبیاں بھی ہیں، جبکہ دوسرے فرد میں دس خامیاں ہی خامیاں ہیں، لیکن دین بیزار طبقہ اس انداز سے تقابل کرنے کی بجائے یہ کہتا نظر آئے گا کہ دیکھو دین داروں میں پانچ خامیاں ہیں، گویا یہ وہ آدھا سچ ہے جو جھوٹ سے بھی زیادہ خطرناک ہے کہ وہ تصویر کا ایک رخ دکھا کر لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں اور اسی طرح کی ذہنیت والے ایسے جملے بولتے نظر آئیں گے کہ لوگ حج بھی کر رہے ہیں اور کرپشن بھی کر رہے ہیں، جبکہ یہ سوچ منافقت اور بے شرمی کی بڑی مثال ہے۔

جہاں تک ملک میں ہونے والی کرپشن اور اس کو روکنے کی بات ہے، تو یہ دو چیزوں سے ہی رک سکتی ہے، ان میں سے ایک تو تربیت ہے:

اب یہاں اس بات پر گفتگو ہو گی کہ کرپشن نہ رکنے کی جو ایک وجہ تربیت کا نہ ہونا ہے، اس میں کمی کہاں ہے؟ تو یاد رہے کہ موجودہ دور میں گھر کی تربیت کے علاوہ کسی بھی فرد کی تربیت کے دو ہی ذرائع ہیں۔

تربیت کا پہلا ذریعہ تعلیمی ادارے ہیں:

یہ کہنا کہ پاکستان میں اتنے افراد حاجی ہیں، اتنے نمازی ہیں، یا اتنی مساجد و مدارس اور علماء ہیں، اس کے باوجود کرپشن میں پاکستان کی اتنی بدترین حالت کیوں ہے؟ تو اگر اسی سوال کو صحیح انداز سے یوں پوچھیں کہ پاکستان کے اندر اتنے اسکول ہیں، اتنے کالجز ہیں، اتنی یونیورسٹیاں ہیں، ان سب کے باوجود پاکستان میں اتنی کرپشن کیوں ہے؟ یہ سوال دو وجوہات کی بنا پر درست ہے۔

اولاً: اس لئے کہ کرپشن کرنے والے افراد بڑے بڑے سرکاری عہدوں پر فائز ہوتے ہیں اور اُن سرکاری عہدوں پر فائز ہونے کے لئے میعار کالج اور یونیورسٹی کی تعلیم ہے، نہ کہ مدارس کی تعلیم، جب تمام سرکاری محکموں میں بھرتیاں انہیں کی ڈگری دیکھ کر ہوتی ہیں، کسی مدرسے کی جاری کردہ سند پر نہیں، پولیس، بجلی، گیس، پانی یا کوئی بھی سرکاری محکمہ ہو، اس میں کالجز اور یونیورسٹی سے تعلیم و سند یافتہ افراد ہی موجود ہوتے ہیں اور اگر ہمارے ملک میں کرپشن میں مرتکب افراد کا جائزہ لیا جائے تو معاشرے کے ان مجرموں میں دُور دُور تک کسی عالِم کو تلاش کرنا تقریباً ناممکن سا لگے گا، تو جب یہ سارے جرائم ان اَفراد کے ہیں، جو ملکی سطح پر اعلیٰ دنیاوی تعلیم یافتہ یا بیرون ملک سے تعلیم حاصل کر کے آئے ہیں، جو نہ صرف خود مدارس و علماء سے نفرت کرتے، بلکہ لوگوں کے سامنے علماء اور دین دار اَفراد کی کردار کشی کر کے ان کی عزت کو مجروح کرنے کی کوشش کرتے ہیں، تو یہ سوال بھی پھر انہی دنیاوی تعلیمی اداروں سے کیا جانا چاہیے کہ پاکستان میں اتنے کالجز اور یونیورسٹیاں ہیں اور ان پر سرکاری خزانے سے اربوں کھربوں کے اخراجات کیے جاتے ہیں، مگر حالت یہ ہے کہ پاکستان پھر بھی کرپشن میں بدترین رینک پر ہے، تو یہ سوال حاجی یا حافظ یا عالم یا دینی مبلغ سے نہیں، بلکہ کالج کے پرنسپل اور یونیورسٹی میں تربیت

دینے والے اساتذہ سے ہونا چاہیے کیونکہ کرپشن کرنے والے لوگوں نے شروع سے آخر تک انہی اداروں سے تعلیم حاصل کی اور وہیں سے ڈگری لے کر اس منصب پر فائز ہوئے یعنی وہ اسی نظام تعلیم کی پیداوار ہیں اور وہ تعلیمی مراکز ان اَفراد کی کما حقہ تربیت نہیں کر سکے یا برائیوں سے روکنے کی تربیت ان کی ترجیحات میں شامل ہی نہیں۔

اور یہ سوال دینی طبقے سے اس لئے نہیں ہو سکتا کہ کرپشن عام طور پر سرکاری خزانے میں خرد برد کر کے کی جاتی ہے، تو کیا روڈ، عمارتیں، پُل، پارک وغیرہ بنانے کے سرکاری کاموں کے ٹھیکے دینے اور ٹھیکے لینے والے لوگ علماء ہیں؟ مختلف سرکاری محکموں اور اداروں میں رشوت خور افراد کیا علماء ہیں؟ یا کہ اعلی دنیاوی تعلیم یافتہ بیوروکریٹ ہیں؟ اور یہ محاورہ کہ سرکاری محکموں میں فائلوں کے نیچے پہیے لگائے بغیر فائل ٹیبل سے آگے نہیں بڑھتی، یعنی وہاں رشوت دینی پڑتی، یہ اصطلاح کبھی کسی عالِم کے بارے میں کسی نے سنی ہے؟

ثانیاً: یہ سوال دنیاوی تعلیمی اداروں سے اس لئے ہونا چاہیے کہ جہاں تک لوگوں کی تربیت کا معاملہ ہے تو ہر سمجھدار شہری یہ جانتا ہے کہ پاکستان کی کتنے فیصد آبادی مدرسوں میں پڑھتی ہے اور کتنے فیصد آبادی سکولوں میں پڑھتی ہے؟ مدرسوں میں پاکستان کی کل آبادی کا مکمل ایک فیصد بھی نہیں آتا، جبکہ بقیہ کروڑوں اَفراد اپنے بچوں کو سکول کالجز میں داخل کرواتے ہیں اور وہیں ان کی تربیت ہوتی ہے، تو سوال یہ ہے کہ (بفرض غلط) اگر مدرسے لوگوں کی تربیت کرنے میں ناکام ہیں، تو خیر سے سکول، کالجز اور یونیورسٹیاں تو اپنا کام بڑے احسن طریقے سے کر رہے ہوں گے؟ اور ایک فیصد سے بھی کم آبادی جو مدرسوں میں آتی ہے، ان کے علاوہ سارا پاکستانی معاشرہ جن دنیاوی تعلیمی اداروں سے تعلیم حاصل کرتا ہے، وہ تو یقیناً تربیت کا کام بہت اچھا کر رہے ہوں گے؟ وہاں تو سارا نظام لبرلز اور سیکولر افراد کے ہاتھ میں ہے، وہاں تو بہت اچھی

تربیت ہوتی ہوگی؟ تو پاکستان کی کل آبادی کی تربیت کا ذمہ اٹھانے والے تعلیمی ادارے ذرا یہ بتائیں کہ پاکستان کرپشن میں بدترین نمبر پر کیوں ہے؟

اگر ہمارے ملک کا حال یہ ہے کہ بڑی بڑی ڈِگریوں والے جب بڑے بڑے افسر بنتے ہیں، تو ان کے کرپشن کے بھی بہت بڑے بڑے واقعات ہی سامنے آتے ہیں اور اعلیٰ تعلیم یافتہ، اعلیٰ درجے کا کرپٹ ہوتا ہے اور اعلیٰ درجے کی ہی لوٹ مار اور کرپشن کر رہا ہوتا ہے، تو آخر کیا وجہ ہے کہ تعلیم نے ان کا کچھ نہیں سدھارا؟ ہمارے ملک کے تعلیمی ادارے اگر ملک میں بڑھتی ہوئی کرپشن کو روکنے اور اپنے طلباء کی تربیت میں ناکام ہیں، تو انہیں چاہیے کہ وہ اپنے ہاں تعلیم کے ساتھ ساتھ اس بات کی بھی تربیت کریں کہ رزق حلال کیا ہوتا ہے اور رزق حرام سے بچنا بھی ہوتا ہے، سکول، کالج اور یونیورسٹی میں ہی طالب علم کے دل و دماغ میں یہ اتارا جائے کہ

ہمیں حرام خور ڈاکٹر نہیں چاہیے؛

ہمیں جعلی دوائیاں بیچنے والا ڈاکٹر نہیں چاہیے؛

ہمیں لوگوں کا خون چوسنے والا ڈاکٹر نہیں چاہیے؛

ہمیں حرام خور بیوروکریٹ نہیں چاہیے؛

ہمیں آفس میں لوگوں کو دھکے دینے والے اور رشوت لینے والے افسر نہیں چاہییں۔

ہمارے ملک کو کم پڑھے لکھے مل جائیں، مگر ہمیں دین دار، ایماندار، دیانتدار، رحم دل لوگ چاہییں، جو ہمارے ملک کی باگ ڈور سنبھال سکیں۔

ایک ضمنی بات:

یہ سروے تو ہو گیا کہ پاکستان کرپشن میں بدترین نمبر پر ہے، لیکن ہماری ایک گزارش

ہے کہ ذرا ایک سروے اس انداز میں بھی کیا جائے کہ جتنے افراد مدرسوں سے فارغ التحصیل ہیں، ان میں کرپشن کا ریشو کتنا ہے؟ اور جو افراد اسکول کالجز سے پڑھے ہوئے ہوں، ان میں کرپشن کا ریشو کتنا ہے؟ حقیقی صورت حال سب کے سامنے آجائے گی، یا اس انداز سے سروے کروا لیا جائے کہ جو افراد دین سے لگاؤ رکھنے والے ہیں اور علماء سے وابستہ ہیں اور نماز روزہ کے پابند ہیں اور حج کرتے ہیں، وہ کس حد تک کرپشن کرتے ہیں؟ اور جو افراد دین سے دور ہیں، نماز روزہ سے دور بھاگتے، حج فرض ہونے کے باوجود نہیں کرتے، وہ کس حد تک کرپٹ ہیں؟

یہ سروے کا مشورہ اس لئے ہے کہ اگر ایک علاقے کے دو اسکولوں کا فیصلہ کرنا ہو، تو دونوں کا اکٹھا سروے کرکے نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا کہ اس علاقے کے اسکولوں کا رزلٹ ٹھیک نہیں ہے، بلکہ جس اسکول کا رزلٹ اچھا ہوگا، وہ سراپا احتجاج ہوں گے کہ ہمارا رزلٹ اچھا ہے، اس لئے ہمارا سروے جدا کریں تاکہ ہماری کارکردگی سب کے سامنے آئے، ورنہ دوسرے کی خامیاں اور ہماری خوبیوں کو مکس کرکے نتیجہ نہ نکالا جائے، لہٰذا ہم بھی سروے کرنے والے اداروں کو کھلے دل سے یہ دعوت دیتے ہیں کہ پورے پاکستان کے مدرسوں سے فارغ التحصیل افراد کی پچھلے دس سال کی ہسٹری (History) اٹھا کر سروے کرلیں، یقیناً یہ افراد بھی عام انسان ہیں اور کچھ نہ کچھ خامیاں ہوں گی، مگر چونکہ مذکورہ گفتگو کرپشن کے حوالے سے ہے، تو مدرسے سے پڑھے ہوئے افراد میں سے کسی نے کاروبار کیا ہوگا، کسی نے امامت یا خطابت کی ہوگی، یا تدریس کی ہوگی، ان کا پورا ڈیٹا نکال کر ان میں پائی جانے والی کرپشن کی فہرست بنا لیں اور دوسری طرف دنیاوی تعلیمی اداروں سے تعلیم یافتہ افراد جس جس محکمے میں گئے، وہاں کا ڈیٹا نکال لیں اور تقابل کرکے دیکھ لیں، مدارس اور کالجز کی تربیت سب کے سامنے آجائے گی اور معلوم ہو جائے گا کہ مدارس سے

تعلیم یافتہ کتنے افراد کرپشن میں مبتلا ہیں، جبکہ اس کے برعکس سکول کالجز سے تعلیم یافتہ کتنے افراد کے گھروں سے کرپشن کا مال برآمد ہوا اور کتنوں کے گھروں سے نوٹوں کے بنڈل اور سونے چاندی کے صندوق برآمد ہوئے؟ تو واضح ہو جائے گا کہ دین سے منسلک افراد میں کرپشن نہ ہونے کے برابر ہے اور حرام خوری کی ساری نحوست دوسری طرف ہی ہے۔ پھر اوپر کیا گیا سوال بھی بالکل بجا لگے گا کہ مدارس اور علماء کی تربیت کا رونا رونے والے ذرا بتائیں کہ پاکستان بھر میں تربیت کا ذمہ اپنے سر لینے والے لبرلز اگر اپنا کام ڈھنگ سے کر رہے ہیں، تو پھر بھی پاکستان میں کرپشن کے حوالے سے اتنا برا حال کیوں ہے؟

تربیت کا دوسرا ذریعہ میڈیا ہے:

اس زمانے میں مرد ہوں یا عورتیں، اکثریت آبادی الیکٹرانک میڈیا دیکھتی ہے اور دو طرح کے چینلز ہیں: ایک تو مذہبی چینلز ہیں اور دوسرے غیر مذہبی یعنی انٹرٹینمنٹ چینل، نیوز چینل، سپورٹس چینل وغیرہ ہیں۔

مذہبی و دینی چینلز تو دین کی بات کرتے ہیں؛ حلال و حرام کی تمیز بتاتے ہیں؛ معاشرے کی صلاح و فلاح پر بات کرتے ہیں؛ لوگوں کو اخلاق و اقدار سکھاتے ہیں؛ والدین کے حقوق، پڑوسیوں کے حقوق کی بات کرتے ہیں؛ ڈھول ڈھمکوں سے لوگوں کو پریشان کرنے سے منع کرتے ہیں؛ رشوت، کرپشن، چوری، ڈکیتی اور فراڈ بازی سے لوگوں کو منع کرتے اور اس پر قرآن و احادیث سے وعیدیں پڑھ پڑھ کر سناتے نظر آتے ہیں۔

لیکن جو غیر مذہبی چینلز ہیں، اگر ان چینلز کے ایک مہینے کے سارے پروگراموں کی لسٹ بنائی جائے، چاہے وہ پروگرام فلموں، ڈراموں سے متعلق ہوں، وہ ٹاک شو ہوں یا پولٹیکل

ہوں؛ دیکھنے والا سوچنے پر مجبور ہو جائے گا کہ اس میں انسانیت اور تربیت کہاں ہے؟ انٹرٹینمنٹ اور ڈراموں والے چینلز میں محض بے ہودگی، عیاشی اور بے حیائی کے علاوہ کچھ نہیں ملے گا۔ وہاں صرف یہ دکھایا جاتا ہے کہ لَو سٹوریاں (Love stories) کیسی ہوتی ہیں؟ لڑکے لڑکی کے تعلقات کیسے بڑھائے جاتے ہیں؟ حرام محبتیں کیسے کی جاتی ہیں؟ سوال یہ ہے کہ ان سب میں تربیت کہاں ہے؟ یہی حال مارننگ شوز کا ہے کہ وہاں بھی فضول گفتگو، لڑائی جھگڑے، الزام تراشیاں سکھائی جاتی ہیں۔

اسی طرح نیوز چینلز پر ٹاک شو اور پولٹیکل مباحث کو دیکھیں، تو پتہ چلتا ہے کہ اس میں یہ سکھایا جاتا ہے کہ کسی کی عزت کی دھجیاں کیسے اُڑانی ہیں؟ کسی کو گالی کیسے دینی ہے؟ کسی کا گریبان کیسے پکڑنا ہے؟ کسی پر گلاس اٹھا کر کیسے مارنا ہے؟ مخالف فریق پر تھپڑوں کی بارش کیسے کرنی ہے؟ دوسرے کو برا بھلا کیسے کہنا ہے؟ وہاں تو یہ سب کچھ سکھایا جارہا ہے، تو سوال وہی ہے کہ اس میں تربیت کہاں ہے؟

اور اس کے ساتھ ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ ٹی وی چینل کا فوکس لوگوں کی اصلاح و تربیت کی بجائے ریٹنگ پر ہوتا ہے، اسی لئے جو اینکر جتنا شور مچانے والا، زیادہ لڑوانے والا اور چیخنے والا ہو، اس کی ویورشپ (viewership) اتنی زیادہ ہوتی ہے اور پھر اسے پیچھے سے ہدایات مل رہی ہوتی ہیں کہ فلاں کو اور بھڑکاؤ، اس سے مزید چبھتی ہوئی بات کرو، تاکہ یہ جھگڑے اور ریٹنگ زیادہ ہو، اب سنجیدہ شخص یہ اندازہ کر سکتا ہے کہ اس میں تربیت کتنی ہوتی ہو گی؟ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمارے چینلز لوگوں کو تماشے دکھانا چاہتے ہیں، کوئی تربیت نہیں کرنا چاہتے۔

بلکہ اگر کسی نیوز چینل پر کرپشن پر گفتگو ہو بھی، تو وہ گفتگو یوں نہیں ہوتی کہ ہمارے ملک

میں کرپشن کا مسئلہ ہے، ہم اس کو کیسے حل کریں؟ بلکہ کرپشن پر گفتگو یوں ہوتی ہے کہ ہماری پارٹی اور ہمارے لیڈر کے علاوہ سارے کرپٹ اور چور ہیں، اسی طرح دوسرا فرد بولے گا کہ نہیں آپ سب سے بڑے چور اور کرپٹ ہیں، تو عرض یہ ہے کہ اس طرح کی گفتگو سے کرپشن تو ختم نہیں ہو گی۔ اسی طرح اگر تعلیم پر گفتگو ہو تو یوں نہیں ہوتی کہ ہمارے ملک میں تعلیم کے یہ یہ مسائل ہیں، ہم تعلیم کو عام کرنے اور اس کے معیار کو بہتر بنانے کے لئے کیا کریں؟ بلکہ گفتگو یوں ہوتی ہے کہ فلاں پارٹی کی حکومت نے ملک کی تعلیم کا بیڑا غرق کر دیا ہے اور دوسری پارٹی بولے گی کہ ہم نے نہیں آپ لوگوں نے بیڑا غرق کیا ہے۔

یہی صورتِ حال ملک میں نظام صحت پر گفتگو کے دوران ہوتی ہے کہ بحث تو یہ ہونی چاہیے کہ ملک میں نئے ہسپتال کیسے بنیں؟ پہلے سے موجود ہسپتالوں میں کیا سہولیات دی جائیں، ڈاکٹرز کی تربیت کیسے کی جائے؟ اس کی بجائے بحث یہ ہوتی ہے کہ فلاں پارٹی کی حکومت نے نظامِ صحت کو برباد کیا ہے۔

تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ چینلز پر بیٹھے افراد کی ایک جنگ ہے، لیکن یہ جنگ جہالت، کرپشن وغیرہ مسائل کے خلاف نہیں، بلکہ ایک دوسرے کے خلاف ہے، یہی وجہ ہے کہ ہمارے چینلز پر برسوں سے ملکی مسائل پر ایسی گفتگو ہو رہی ہے، مگر بہتری پھر بھی نہیں آ رہی، اس لئے تربیت کے ذمہ داروں سے درخواست ہے کہ جس انداز سے حقیقتاً اصلاح ہو سکتی ہے ان طریقوں کو اپنایا جائے اور اس کے مطابق لوگوں کی تربیت بھی کی جائے۔

تربیت کے علاوہ کرپشن کو روکنے کا دوسرا طریقہ قانون پر عمل درآمد ہے:

سوال تو یہ ہونا چاہیے تھا کہ ملک میں پولیس کی ایک بڑی تعداد موجود ہے اور انسدادِ کرپشن کے ادارے ہیں، ان سب کے باوجود پاکستان میں اتنی کرپشن کیوں ہے؟ اور در حقیقت

www.dawateislami.net

سوال یہی بنتا ہے، لیکن علماء مخالف اَفراد کسی اور شعبے کی ناکامی کا ملبہ دین داروں پر ڈال دیتے ہیں، جبکہ ان سے پوچھا جائے کہ کرپشن پر پکڑ دھکڑ علماء نے کرنی ہے یا حکومت، پولیس اور متعلقہ اداروں نے کرنی ہے؟ علماء کا کام تو وعظ و نصیحت کرنا ہے، وہ اپنا یہ کام کر رہے ہیں، مگر جن کا کام کرپشن روکنا ہے، وہ بھی اپنا اعمال نامہ پیش کریں کہ وہ کیا کر رہے ہیں؟ کیونکہ جن اداروں کا کام ہی انسدادِ کرپشن ہے، انہی اداروں کے افراد کے کرپشن میں ملوث ہونے کی خبریں گردش کر رہی ہوتی ہیں۔

اور کرپشن کو روکنے کا دوسرا اور بڑا طریقہ قانون پر عمل درآمد ہی ہے، کیونکہ ہر برائی کا حل وعظ و نصیحت کرنا ہی نہیں ہوتا، کہ علماء دن رات کرپشن پر بات کریں تو کرپشن ختم ہو جائے، ایسا نہیں ہے، تربیت اور وعظ و نصیحت سے جرم میں کمی تو آسکتی ہے، مگر برائی مکمل ختم نہیں ہوتی، اگر صرف تربیت سے ہی معاشرہ سدھر سکتا، تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دور (کہ جسے خیر القرون یعنی بہتر زمانہ فرمایا گیا) میں جرم کرنے پر سزائیں مقرر نہ ہوتیں اور حدود قائم نہ ہوتیں، تو جب سب سے بہتر زمانے یعنی دورِ نبوی اور اس کے بعد دورِ صحابہ میں بھی تربیت کے سب سے بہترین انداز موجود تھے اور مساجد آباد تھیں، لوگ دین کا ہی سوچا کرتے، اس میں بھی اگر جرم کرنے پر قوانین اور اس پر عمل داری موجود تھی، تو آج کا دور کہ جس میں دین سیکھنے کا رجحان بہت ہی کم ہے، اس دور میں صرف تربیت سے معاشرہ کیسے ٹھیک ہو سکتا ہے؟ تربیت اگرچہ مؤثر ہوتی ہے اور اس کا فائدہ ہوتا ہے، مگر لاکھوں کروڑوں افراد پر مشتمل معاشرے صرف تربیت سے نہیں سدھرا کرتے، قانون کی پکڑ اور گرفت سے ہی چور، ڈاکو اور کرپٹ افراد کو جرائم سے روکا جا سکتا ہے۔

www.dawateislami.net

دور نبوی کی مثال تو عام مسلمانوں کو سمجھانے کے لئے ہے، جہاں تک لبرلز کو سمجھانے کا تعلق ہے، تو ایسوں کے لئے عرض ہے کہ ان کی نظر میں بھی یورپ کے اندر تعلیم کا بڑا شاندار نظام موجود ہے اور بہت اچھی تربیت موجود ہے، وہاں کے لوگ Well Educated ہیں، تو کیا اس ساری تعلیم و تربیت کے باوجود ان ممالک میں منشیات نہیں ہیں؟ کیا وہاں اسلحہ نہیں ہے؟ کیا وہاں قتل نہیں ہوتے؟ کیا وہاں چوری چکاری نہیں ہوتی؟ اگر وہاں کے معاشرے کی تربیت بہت اچھی ہے، تو پھر وہاں پولیس کا محکمہ ختم کر دینا چاہیے، وہاں عدالتیں اور ججز نہیں ہونے چاہییں، کیونکہ پولیس، عدالتیں اور جج تو اس لئے ہوتے ہیں کہ لوگوں کے درمیان جو خرابیاں ہیں؛ جو چوری، ڈکیتی، لوٹ مار اور کرپشن ہوتی ہے، اس کی پکڑ دھکڑ ہو اور اس پر فیصلہ ہو اور سزائیں ہوں، لیکن جب وہاں تربیت اتنی اچھی ہے، پھر امریکہ ہو یا یورپ، آسٹریلیا ہو یا جاپان، خواہ دنیا کا کوئی بھی ملک ہو، وہاں پولیس بھی ہے، کورٹس بھی ہیں، ججز بھی ہیں، تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ صرف تعلیم و تربیت اور صرف وعظ و نصیحت کبھی بھی معاشرے کو مکمل نہیں سدھار سکتے، معاشرے میں تربیت بھی ہو اور جرائم کو روکنے کے قوانین اور قانون کی عمل داری بھی ہو، تو ہی معاشرہ ٹھیک رہتا ہے۔

لہٰذا اگر قانون مجرموں کو سخت اور عبرت ناک سزائیں دے، تو کرپشن کم ہو سکتی ہے، جن ممالک میں کرپشن پر سخت سزائیں ہیں اور تھوڑی سی کرپشن پر بھی کوئی کمپرومائز نہیں کیا جاتا اور بڑے سے بڑا عہدے دار بھی کرپشن پر فارغ کر دیا جاتا اور سزا پاتا ہے، تو وہاں کرپشن کا لیول انتہائی کم درجے پر آ جاتا ہے، لیکن جن ممالک میں کرپشن کرنے والوں کو پتا ہے کہ میں کرپشن کرتے ہوئے پکڑا بھی گیا، تو پولیس کو رشوت دے دوں گا، فلاں جج کو رشوت دے دوں گا یا جس اینٹی کرپشن ادارے کا کام ہی کرپشن روکنا ہے، اس کے ملازمین کو ہی رشوت دے دوں گا، تو پھر

ایسے ممالک کرپشن میں بدترین درجے پر ہی ہوں گے۔

لہذا اگر کرپشن کو روکنا ہے تو ہمارے تعلیمی اداروں اور میڈیا کو اپنا قبلہ درست کرنا ہو گا اور لوگوں کو ڈھنگ سے تربیت دینا ہو گی اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کو اپنی ذمہ داری کا احساس کر کے مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچانا ہو گا، ورنہ ہم سو سال بعد بھی یہی کہہ رہے ہوں گے کہ ملک سے کرپشن ختم نہیں ہو رہی۔

(4) اور اگر بالفرض یہ مان ہی لیا جائے کہ دین دار افراد اگرچہ کم تعداد میں کرپٹ ہوں، مگر کرپشن تو وہ بھی کرتے ہیں، تو اس پر یہ اعتراض کرنا کہ دین سے منسلک لوگ، علماء و مبلغین کی بات مان کر لوگ حج تو کر لیتے ہیں مگر وہ کرپشن کرنا نہیں چھوڑتے، تو یہ مبلغین کی صلاحیت پر سوالیہ نشان ہے، تو جواباً عرض ہے کہ جہاں تک باقاعدہ تربیت کا تعلق ہے، تو اس کی وضاحت اوپر کی جاچکی کہ وہ کن کی ذمہ داری ہے، اور مدارس کی تربیت کی عمدہ کارکردگی سب کے سامنے ہے، البتہ جو عام عوام باقاعدہ مدارس میں نہیں جاتی، اور کبھی کبھار علماء کے درس و بیان میں شریک ہو جاتی ہے، مگر پھر بھی کہیں کوئی غلط کام کر لیتے ہیں، تو اس پر ایک مثال عرض ہے کہ ایک ڈاکٹر ہے، اس کا کام ہے مرض کی تشخیص کرنا، دوا بتانا اور پرہیز بتا دینا۔ ڈاکٹر یہ تین کام ہی کر سکتا ہے کہ وہ مرض کی تشخیص کر کے اس کے مطابق نسخہ لکھ دے گا اور پرہیز بتا دے گا، لیکن وہ مریض کو زبردستی دوائی نہیں پلا سکتا؛ اسی طرح وہ پرہیز کے نام پر اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑی نہیں لگا سکتا کہ وہ مرض کے دوران فلاں چیز نہ کھائے، کہ یہ ڈاکٹر کا کام نہیں ہے، لہذا جب ڈاکٹر نے مرض کے مطابق دوائی دے کر یا نسخہ لکھ کر اپنا کام پورا کر دیا، تو اب ساری ذمہ داری مریض پر منتقل ہو جاتی ہے کہ اس نے پرہیز کرنا ہے؛ دوائی کھانی ہے اور ڈاکٹر کے کہنے کے مطابق چلنا ہے، لیکن اگر مریض پرہیز نہ کرے اور بیمار ہی رہے اور وہ سارے کام کرتا رہے، جو ڈاکٹر نے منع

www.dawateislami.net

کیے ہوئے ہیں، تو اس صورت میں ڈاکٹر کو مَوردِ الزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا، لہٰذا جس طرح ڈاکٹر پر بلیم (Blame) نہیں آتا، اسی طرح مبلغ پر بھی بلیم (Blame) نہیں ہو سکتا کہ مبلغ کا کام دین کی صحیح بات لوگوں تک پہنچانا ہے کہ وہ صحیح عقیدہ، صحیح علم اور صحیح اسلامی تعلیمات بتا دے، مبلغ کا کام فقط یہ ہے کہ وہ لوگوں کو نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ اَوامِر کی تلقین کر دے اور مَنْھِیَّات یعنی شراب نوشی، سود خوری، چوری، ڈاکا، کرپشن، جھوٹ، غیبت اور تمام برے کاموں سے لوگوں کو منع کرے اور ان کی وعیدیں لوگوں کو سنا کر ان کاموں سے باز رہنے کا سبق دے، اس کا فقط اتنا ہی کام ہے۔ مبلغ کا یہ کام نہیں کہ وہ ڈنڈا لے کر لوگوں کے پیچھے پیچھے پھرے اور جو مسجد نہ جائے، اسے مسجد پہنچا کر ہی آئے اور جو کرپشن کرے اس کے ہاتھ توڑ دے یا جو شراب پیے، اسے سزا دے، یہ سب حکومت کا کام ہے، تو جب مبلغین اپنی ذمہ داری پوری کر رہے ہیں کہ مبلغین کی ایک بڑی تعداد ہے جو دین کی تعلیمات صحیح انداز سے لوگوں تک پہنچا رہے ہیں اور اس میں عبادات، معاملات وغیرہ ہر چیز میں لوگوں کی رہنمائی کر رہے ہیں، تو ان کا کام زبردستی لوگوں کو عمل کروانا نہیں ہے، بلکہ مبلغ، وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ کہ ہمارا کام دین کی بات پہنچا دینا تھا، وہ تبلیغ کر کے فارغ ہو گیا، اب اس کے بعد ذمہ داری لوگوں کی اپنی ہوتی ہے کہ اگر اس کے باوجود بھی لوگ نہیں سدھرتے، تو یہ ان کا اپنا قصور ہے۔

(5) سیکولر افراد کا ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ یہ بعض برائیوں کو برائی ہی نہیں سمجھتے، بلکہ صرف اس برائی کو برائی سمجھیں گے، جسے مغربی کلچر میں برائی سمجھا جاتا ہو، جبکہ جسے اسلام برائی سمجھتا ہو اور مغرب میں برائی نہ سمجھا جائے تو یہ نہ صرف اسے برائی نہیں سمجھیں گے بلکہ معاذاللہ! اُس برائی کو کرنے والے کا دفاع بھی کریں گے، مثلاً سوال میں بیان کردہ اسی مثال کو لے لیں کہ اس میں اسلام کے اعتبار سے دو برائیاں ہیں: ایک حج نہ کرنا اور دوسرا مالی خیانت کرنا۔ اور چونکہ غیر مسلم ممالک کا اسلام سے کوئی لینا دینا نہیں، اس لئے وہ فقط مالی خیانت کو برائی کہیں

گے اور حج کرنے یا نہ کرنے کو ایک انفرادی پسندیدگی کہیں گے اور نہ کرنے کو برائی نہیں کہیں گے۔ ہمارے ہاں خود کو مسلمان کہلانے والے، مغرب زدہ ذہنیت والے مرعوب لوگ بھی اسی بیماری کا شکار ہوتے ہیں۔ اگر ان کو کہا جائے کہ فلاں بندہ حج فرض ہونے کے باوجود حج نہیں کرتا، جو کہ اسلام میں بہت بڑا گناہ ہے تو آپ اس جرم پر لوگوں کو بتائیں کہ وہ حج پر جایا کریں تو فوراً زبان کو تالا لگ جائے گا یا یہ سننے کو ملے گا کہ ہم کون ہوتے ہیں کسی کو عبادت کا کہنے والے؟ اور اگر کوئی عبادت نہ کرے تو ہم کون ہوتے ہیں اسے برا بھلا کہنے والے؟ اسی مثال کو اگر اس طرح لیں کہ اگر کسی مسلم ملک میں لوگ حج کریں اور کرپشن بھی کریں تو یہ لوگ کرپشن کرنے والوں کی آڑ میں حج کرنے والوں کو بھی بدنام کریں گے، لیکن اگر بالفرض کسی ملک میں کرپشن بہت کم ہو، لیکن وہاں کی مسلم آبادی حج فرض ہونے کے باوجود حج نہ کرے، تو اگر ایسے افراد کو کہا جائے کہ جناب اب آپ یہ جملہ بھی تو بولیں کہ فلاں ملک کرپشن نہ کرنے میں اگرچہ پہلے نمبر پر ہے، مگر حج چھوڑنے جیسا بڑا گناہ کرنے میں بھی پہلے نمبر پر ہے، تو ایسے افراد بغلیں جھانکتے نظر آئیں گے یا کہیں گے کہ اگر وہ حج نہیں کرتے تو ہمیں کیا مسئلہ ہے۔

اسی طرح اگر مالی اعتبار سے گناہ ہونے کی ہی مثال لے کر ان سے کہیں کہ اگر پاکستان میں اتنے ہزار لوگ کرپشن کر کے حرام خوری کر رہے ہیں تو اتنے ہزار افراد بینکوں سے سودی قرض لے یا دے کر بھی حرام خوری کر رہے ہیں، تو جیسے کرپشن والی حرام خوری پر آپ کو تکلیف ہے تو ویسی ہی تکلیف سود خوری پر بھی ہونی چاہیے کہ اسلام میں تو دونوں ہی گناہ ہیں اور دونوں ہی جرم ہیں، بلکہ سود کے گناہ کی حرمت اور وعیدوں والی آیات و احادیث تعداد کے اعتبار سے زیادہ ہیں، تو آپ کو کرپشن والی حرام خوری کے ساتھ سود والی حرام خوری کو روکنے پر بھی بات کرنی چاہیے، تو ایسے افراد کے چہرے پر اڑنے والی ہوائیاں ہی اس سوال کا جواب ہوں گی، کیونکہ

کرپشن کو تو یورپ والے برائی سمجھتے ہیں، مگر سود کو وہ برائی نہیں سمجھتے۔

تو نتیجہ یہ نکلا کہ برائی صرف وہ نہیں جسے یورپ برا سمجھے، بلکہ درحقیقت برائی وہ ہے جسے اسلام برا سمجھے وہ چاہے کرپشن والی مالی بددیانتی ہو یا سود خوری جیسی لعنت ہو یا کسی فرض عبادت کو چھوڑنا ہو۔ اس لئے جس طرح یورپ میں برے سمجھے جانے والے اُمور پر تُند و تیز جملے بولے جاتے ہیں، ویسی ہی تبلیغ اس موقع پر بھی کی جائے، جسے اسلام برا کہتا ہو اور لوگ اس برائی (گناہ) میں مبتلا ہوں، تو انہیں روکا جائے، ورنہ ایک برائی ہوتے دیکھ کر اس پر لیکچر دینا اور دوسری برائی پر آنکھیں بند کر لینے کا رویہ، یہ بتاتا ہے کہ ایسے افراد کی نظر میں اسلام کے ممنوعات سے بچنا اتنی اہمیت نہیں رکھتا، جتنی اہمیت یورپ کے منع کردہ کام رکھتے ہیں اور کسی بھی اچھے مسلمان کے لئے یہ رویہ ناقابل قبول ہے، کیونکہ گویا یہ اسلام کے آدھے احکامات کو ماننا اور آدھوں کو نہ ماننا ہے اور ایسے رویے کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:﴿اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍۚ-فَمَا جَزَآءُ مَنْ یَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْیٌ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَاۚ-وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یُرَدُّوْنَ اِلٰۤى اَشَدِّ الْعَذَابِ﴾ ترجمہ: تو کیا تم اللہ کے بعض احکامات کو مانتے ہو اور بعض سے انکار کرتے ہو؟ تو جو تم میں ایسا کرے اس کا بدلہ دنیوی زندگی میں ذلت و رسوائی کے سوا اور کیا ہے اور قیامت کے دن انہیں شدید ترین عذاب کی طرف لوٹایا جائے گا۔[1]

لہٰذا اس پوری گفتگو کا خلاصہ یہ نکلا کہ عبادات کو کسی جرم کے ساتھ جوڑ کر بیان کرنا اور اس سے دین داروں کی تضحیک کرنا غلط طرزِ عمل ہے اور اگر معاشرے میں کرپشن اور دیگر جرائم ہیں، تو اس کی وجہ لوگوں کا دین پر عمل کرنا نہیں، بلکہ اصل وجہ دین پر عمل نہ کرنا ہے اور اس میں بنیادی کردار میڈیا کی بے راہ روی اور ہمارے سکول، کالجز اور یونیورسٹیز میں طلباء کی صحیح تربیت نہ

---

1 ... القرآن، سورۃ البقرۃ، آیت 85

ہوتا ہے اور اسی غلط تربیت کا نتیجہ ہوتا ہے کہ یہاں سے تعلیم یافتہ افراد، کرپشن میں پیش پیش نظر آتے ہیں۔

اور کرپشن کی ایک بڑی وجہ قانون پر عمل درآمد نہ ہونا ہے، اس لئے اسلام، علماء اور دین داروں میں خامیاں ڈھونڈنے کی بجائے ان اصل وجوہات پر پر فوکس کریں تاکہ ہمارا معاشرہ کرپشن سے پاک ہو اور دینی اور باکردار معاشرے کا ثبوت دے۔

اللہ کریم ہمیں گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

محمد احمد سلیم مدنی

27 ذو القعدۃ الحرام 1445ھ/05 جون 2024ء

الجواب صحیح

مفتی محمد قاسم عطاری